صفحہ تفسیر

قرآنی معارف و حقائق

(از جناب مولانا عبد الغفار صاحب حسن رحمانی عمرپوری استاذ جامعہ رحمانیہ بنارس)

مصر کے مشہور فاضل علامہ محمد عبدہ کی تفسیر سے گذشتہ نمبر میں سورۂ والضحیٰ کا ترجمہ پیش کیا گیا تھا، آج سورۂ الم نشرح کی تفسیر کا ترجمہ درج ہے بغور ملاحظہ فرمائیں:-

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۔ شرح کے معنی کشادہ کرنے اور وسعت دینے کے ہیں۔ اہل عرب کشادہ اور چوڑے سینے والے کو طاقتور فیاض، اور شجاع سمجھتے تھے۔ اسی لئے اکثر عربوں کے نزدیک سینہ کی کشادگی فراخی بہت محبوب و مرغوب تھی۔ سینہ کی وسعت سے اندرونی اعضا کے نشوونما میں بہت مدد ملتی ہے اس قسم کا انسان پوری قوت وطاقت کے ساتھ مصائب و شدائد کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ اسکو سوچ فکر میں کسی قسم کی الجھن اور کاوش نہیں ہوتی وہ اپنے دل کو ہر وقت اطمینان و سکون سے پر پاتا ہے۔ اسی لئے کلام عرب میں شرح صدر بولکر دل کی وسعت وہمت مراد لی جاتی ہے۔ آنحضرتؐ نے ابتدا میں اپنی قوم کے حالات کا مشاہدہ کیا۔ باپ دادا کی تقلید پر اصرار، رسم ورواج کی پابندی، رذائل میں انہماک، بلند اخلاق سے نفرت، اہل حق سے سرکشی، اور دشمنی، یہی وجوہ تھے جن کی بنا پر آنحضرتؐ کا دل تنگ اور رنجیدہ رہتا تھا۔ ہر وقت امت کی فلاح ونجات کیلئے بیقرار وغمگین نظر آتے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سعادت و صلاحیت کی راہیں آپ پر کھولدیں کہ کس طرح بگڑی ہوئی قوم سنواری جاسکتی ہے اور بکھرے ہوئے افراد ایک لڑی میں پروئے جاسکتے ہیں۔ اور کیونکر جہالت وضلالت کی پستیوں میں گری ہوئی قوم کمال وترقی کی بلندیوں کی طرف ابھاری جاسکتی ہے!

اسی مفہوم کو حق تعالیٰ نے یوں تعبیر فرمایا ”اے محمدؐ کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہیں کیا؟“ قوم کی اصلاح کا فکر ایک بوجھ تھا جس نے آپ کو پریشان کیا ہوا تھا، ہر وقت یہی دھن تھی کہ امت کس طرح کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس تنگ دلی اور انقباض کو دور فرمایا، اور سوچ فکر کے بوجھ کو آپ سے ہٹا دیا۔

وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ ”ہم نے تم سے وہ بوجھ الگ کردیا جس نے تمہاری کمر توڑ ڈالی تھی“ یہ نہ سمجھا جائے کہ واقعی کوئی ظاہری بوجھ تھا جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی بلکہ یہ تو تمثیل وتشبیہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ امت کیلئے دل میں درد تھا ہمدردی کے جذبات ہر وقت سینہ مبارک میں موجزن رہتے تھے، اسی حالت کو ”وزر“ (بوجھ) کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی فرمائی، آپ ہی کے ذریعہ نہ صرف ایک قوم بلکہ ان گنت قومیں وہم پرستی اور جہالت کی دلدلوں، شرک وضلالت کی گھاٹیوں سے نکلکر حق وصداقت، معرفت الٰہی، باہمی محبت والفت

کی نعمتوں سے مالامال ہوئیں۔ فرمایا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (آل عمران ع ۱۱) تم آگ کے گڑھے میں گرنے کو تھے خدا نے تم کو بچا لیا۔ جس باعظمت پیغمبر کے ذریعہ اتنا بڑا اہتم بالشان کام انجام پایا ہو جسکی نبوت کے اقرار کئے بغیر نجات ناممکن جسکی رسالت مانے بغیر جنت میں داخلہ محال ہو کیا اس کی شان سے بڑھکر بھی کسی کی شان ہو سکتی ہے؟ اس کے ذکر سے بھی بلند کسی کا ذکر ہو سکتا ہے؟

اسی لئے فرمایا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ "اے محمد ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو رفعت و بلندی بخشی"

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے تین نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے، شرح صدر (سینہ کی کشادگی) وضع وزر (بوجھ کا ازالہ)۔ رفع ذکر (ذکر کی بلندی) یہ تینوں نعمتیں کب ظہور میں آئیں سخت تکلیفیں برداشت کر لینے اور حیرانی و پریشانی کی سختیاں سہہ لینے کے بعد، حق تعالیٰ کی یہی سنت جاریہ ہے کہ تکالیف و محن کے تاریک بادلوں میں مسرت و شادمانی کی بجلیاں چمکتی ہیں، مصائب و شدائد کی خاردار شاخوں میں راحت و آرام کی کلیاں کھلتی ہیں، اور سختیوں دشواریوں کے بعد سہولت و آسانی کی شعاعیں نمودار ہوتی ہیں +

فرمایا فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا یہ آیت فاء تعلیل کے ساتھ مذکور ہوئی، اس سے اشارہ ہے کہ یہاں سے مذکورہ بالا انعامات کی علت اور وجہ بیان کی جارہی ہے، ترجمہ اس طرح ہے "اس لئے کہ ہر مشکل کے ہمراہ آسانی ہے" العسر میں الف، لام، استغراق معہود کیلئے ہے یعنی وہ تمام دشواریاں جو مخاطبین میں پائی جاتی تھیں، مثلاً افلاس، کمزوری، دوستوں کی نادانی دشمنوں کی قوت، وسائل نجات کی نایابی، اور اسی قسم کی دوسری مشکلات جن کی زیادتی سے انسان بے تاب و بیقرار ہو کر آسانی کی راہیں تلاش کرنے لگتا ہے۔ اور عقل و فہم سے قسم قسم کی تدبیریں سوچتا ہے، لیکن کامیابی اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ ان تمام آزمائشوں میں حق تعالیٰ کی ذات پر کامل اعتماد ہو۔ اگر مطلوب تک پہنچنے میں پہلی بار ناکامی بھی ہو تب بھی اپنے مقصد سے باز نہ آئے۔ اس کا عزم مصیبت کی پہلی ٹکر میں جنبش نہ کھائے۔ اس قسم کے انسان کی کامیابی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے یہی حال آنحضرت ﷺ کا تھا کہ ابتدائے نبوت میں مخالفین کی دشمنی، سرکشی نے مشکلات پیدا کر دیں، جنکو سلجھانے کیلئے آنحضور ﷺ نے غور و فکر کرنا شروع کیا، ادھر یہ حالت تھی۔ اُدھر ربانی تجلیات جلوہ فگن ہوئیں اور وحی کا پے بپے سلسلہ شروع ہو گیا، اس ربانی روشنی میں آپ کی ہمت ابھری اور ارادہ پختہ ہو گیا، اب نہ مشکلات کا خیال ہے اور نہ قوم کی نافرمانی سے پریشانی۔ بلکہ سکون و اطمینان کی موجیں قلب نبوت میں موجزن ہیں۔ آپ برابر تنگ حالی میں فراخی اور کمزوری میں قوت طلب کرتے رہے یہانتک کہ آپ کو وہ قوت عطا ہوئی جس نے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کو ہلا ڈالا جس نے ہزارہا برس کی طاغوتی سلطنتیں زیر و زبر کر دیں۔

یہی وہ قوت تھی جو امت نے آپ سے میراث میں لی لیکن افسوس اس نے اس کی قدر نہ کی اس نے اپنا رشتہ نبی سے کاٹ دیا جسکو اگلوں نے جوڑ کر ترقی پائی تھی۔ کاش یہ امت محمدیہ حقیقی معنوں میں امت محمدیہ رہتی۔ اب صرف

نام باقی ہے۔ اسی پاداش میں وہ اپنے نبیؐ کی میراث سے محروم کردی گئی۔ آج دشمنوں کی فلک بوس عمارتوں میں دولت وثروت کی بھرمار ہے۔ اور اس میراث کے حقیقی وارث مفلس ونادار، فاعتبروا یا اولی الابصار+

امت محمدیہ اگر اب بھی آنکھیں کھولکر دیکھے تو اس کیلئے اس سورہ میں درس عبرت ہے۔ اس وقت چاروں طرف سے مصیبتوں بربادیوں سے گھری ہوئی ہے۔ مایوسی نے اس کی کمر ہمت توڑدی ہے لیکن کیا یہ حقیقت سامنے نہیں ہے فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا " ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے"۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے اسکا قول اٹل ہے، اگر آج بھی امت محمدیہ تباہی سے بچنے کیلئے اپنے نبیؐ کی پیروی کرے تو کیا گذشتہ عظمت وسطوت واپس نہیں آسکتی؟ کیوں نہیں ضرور! قرآن حکیم کی روشنی میں ہر مشکل آسان ہوسکتی ہے لیکن مصیبت تو یہ ہے جس کے سر پر مشکلات کا ہجوم ہے وہ اس روشن حقیقت پر کیسے ایمان لائے اسکو تو مایوسی اور بزدلی نے اس دائمی سنت سے کوسوں دور کیا ہوا ہے۔ اسکو تو شک ہے کہ ان مشکلات میں آرام کہاں نصیب ان دشواریوں میں آسانی کیسے میسر ہوگی۔

اسی لئے باری تعالیٰ نے اس حقیقت کبریٰ کو تاکیدی حرف کے ساتھ پھر دہرایا تاکہ ہر قسم کے شک شبہ کا ازالہ ہوجائے فرمایا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا " بلاشبہ ہر مشکل کے ہمراہ سہولت ہے" یہاں پر یہ نکتہ پوشیدہ نہ رہے کہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بظاہر مکرر معلوم ہوتا ہے لیکن واقع میں یہ آیت عام ہے، ایک دوسرے ... شبہ کو بھی زائل کرتی ہے۔ شبہ یہ ہوسکتا ہے کہ بعض دفعہ قومیں ان مشکلات ومصائب میں مبتلا ہوجاتی ہیں جنکا تذکرہ پہلے ہوچکا ہے لیکن وہ اپنی پست ہمتی اور نامردی کی وجہ سے نجات پانے کیلئے کوشش نہیں کرتیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرتے دم تک دشواریوں کے بھنور میں پھنسی رہتی ہیں اور راحت وسکون کا ایک لمحہ بھی میسر نہیں آتا اور پھر انہی مشکلات میں انکی آئندہ نسلیں بھی گرفتار ہوتی ہیں۔

اسی طرح دائمی مرض اور اپاہج پن ہے کہ انسان عمر بھر مبتلا رہتا ہے اور ایک سکنڈ بھی اسکا سکون وآرام میں نہیں گذرتا ان دونوں حالتوں کو سامنے رکھتے ہوئے کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کا یہ بیان کہ " ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے" درست ہے۔ اس شبہ کے ازالہ کیلئے دوبارہ فرمایا گیا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا، کہ " واقعی مشکلات کے ساتھ آسانی ہے" لگر کب؟ جب کہ آسانی طلب کرنیکے لئے جدوجہد بھی کی جائے۔ نجات کے وسائل واسباب کی تلاش میں سرگرم رہا جائے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے کیا۔ کیا پہلی صدی کے مسلمان عزت وراحت سے ہمکنار نہیں ہوئے۔ کیا انھوں نے سختیوں کے بعد آسانی وشادمانی نہیں پائی۔ لیکن جو پست ہمت، نیم دل ہیں انکی خواہش صرف یہی ہے کہ بغیر کوشش کئے قانون فطرت کے خلاف گھر بیٹھے ان کو کامیابی کا مژدہ سنادیا جائے۔ ایسے لوگ شروع شروع تکلیف ومشقت کا احساس کرتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ اس کے ایسے عادی ہوجاتے ہیں کہ یہ مشکل ان کو آسان اور یہ مصیبت ان کو راحت معلوم ہونے لگتی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کی مثال حقہ سگریٹ پینے والوں کی سی ہے پہلی بار جب حقہ کا دم بھرتا ہے تو سر چکرانے لگتا ہے اور درد کی شدت سے بیتاب ہوجاتا ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد حقہ کے چھوڑدینے میں تکلیف اور اس کے استعمال میں راحت پاتا ہے۔

یہی حال ان قوموں کا ہے جو ظلم و استبداد، غلامی اور ذلت کا شکار ہو چکی ہیں۔ ان کو اس حالت سے گہری انسیت ہو گئی ہے اب انقلاب، تبدیلی اور جہاد کا نام سنکر انکی جان پر بن جاتی ہے۔ غور تو کرو جو حالت ابتدا میں قابل نفرت تھی اب اس پر پوری رغبت والفت کے ساتھ قناعت کیسے ہو رہی ہے؟ اسی حقیقت کو یوں ظاہر کیا گیا ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ یہ بھی ایک قسم کا یسر (آسانی) ہے گو عسر (مشکل) سے بھی زیادہ منحوس ہے۔ باقی رہا شبہ دائمی مرض اور اپاہج پن کے متعلق تو یہ اس آیت کے ماتحت نہیں بلکہ اس صورت پر قرآن حکیم کا دوسرا قانون جاری ہے۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (اعراف ع۴) "جب خدا کا مقررہ وقت سر پر آن پہنچتا ہے تو پھر ذرا سی بھی مہلت نہیں ملسکتی"۔ اسی طرح جب کسی قوم یا شخص کی تباہی کا وقت آتا ہے تو پھر ہرگز نہیں ٹلتا۔

یہاں پر اَلْعُسْرِ کے بعد یُسْر نکرہ (غیر معین) لایا گیا ہے، مقصود یہ ہے کہ ہر مشکل کے ساتھ کسی نہ کسی قسم کی آسانی ضروری ہے۔ کسی خاص آسانی کا وجود شرط نہیں۔ اسی طرح فرمایا گیا کہ ہر مشکل کے "ہمراہ" آسانی ہے حالانکہ مشکل کے ختم ہونے پر آسانی کا ظہور ہوتا ہے۔ اس طرز بیان میں نکتہ یہ ہے کہ انسان پوری پختہ امید کے ساتھ دل میں مطمئن رہے کہ آسانی کا ظہور یقینی ہے گویا مشکل کے ساتھ ہی موجود ہے۔ جب یہ جان لیا گیا کہ ہر عُسْر کے بعد یُسْر ہے تو یہ بھی سمجھ لو کہ ہر عملی مشقت کے بعد آرام ہے فرمایا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ اے محمد جب تم کسی معینہ کام سے فارغ ہو جاؤ تو کسی دوسرے سود مند مشغلہ کیلئے محنت شروع کر دو کیونکہ اصل لذت وراحت اسی وقت محسوس ہوتی ہے جبکہ محنت کا پھل ملتا ہے۔

وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ، یعنی محنت و مشقت کا پھل طلب کرنے کیلئے اپنے پروردگار کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف رغبت نہ ہونی چاہیئے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورہ مکی ہے بلکہ بعض کا خیال ہے کہ سورۂ والضحیٰ کا تکملہ ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ کچھ عرصہ وحی بند ہو جانے سے جو پریشانی اور انقباض ہو گیا تھا اسکے ازالہ کو شرح صدر کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ اسکے بعد وحی کا نزول مسلسل ہو گیا تھا جس سے آپ کو تقویت وسکون حاصل ہوا۔

مفسر بقاعی کا خیال ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے اسلئے کہ شرح صدر اور رفع ذکر سے مراد وہ فتوحات ہیں جو آنحضرت اور صحابہ کرامؓ کو مدنی زندگی میں حاصل ہوئیں اور حق تعالیٰ نے باطل پر حق کو غلبہ عطا فرمایا۔ واللہ اعلم بالصواب +

(از محترمہ جمیلہ خاتون جمیلہ زیبائی کلکتہ)

اے مسلماں تو زمانے میں بہت ممتاز تھا + اے مسلماں ہر جگہ تو صاحبِ اعزاز تھا + ہوش اڑتے تھے جہاں کے تیری ہمت دیکھکر + وہ زمانہ یاد کر جب مائلِ پرواز تھا
سرنگوں تھے قیصر و فغفور تیرے سامنے + سچ بتا تیرے علاوہ کون یوں ممتاز تھا + غیر ہوتے تھے تصدق تیرے حسنِ خلق پر + دلربا انداز تھا جو بھی ترا انداز تھا
یاد کر کیا تجھ میں پہلے قوتِ تسخیر تھی + ذرہ ذرہ اس جہاں کا تیرا ہم آواز تھا + کانپتا تھا کفر سنکر حضرتِ خالد کا نام + جراتِ مردانگی کو جن پہ بیحد ناز تھا
منکشف تونے کئے اسرار ہستی دہر میں + سچ تو یہ ہے تو زمانے میں سراپا ناز تھا + ہوش کر غافل سنبھلنے کی ضرورت ہے تجھے + کسطرح پہلے تو ہی جانباز تھا ہشیار تھا
ہے جمیلہ کی تمنا پھر سنا نغمے وہی + جن کے سننے کو زمانہ گوش بر آواز تھا